واہگہ کے اُس پار

جناب عبد الہادی احمد صاحب

بھارتی مسلمانوں پر جو کچھ گذری ہے اس کی عنداللہ اور عندالناس جوابدہی ہم پاکستانی مسلمانوں پر عاید ہوتی ہے، کیونکہ جس دعوے پر ہم نے پاکستان بنایا اور جس کی خاطر بھارتی مسلمانوں نے اپنے خوفناک مستقبل کا اندازہ رکھتے ہوئے قربانی دی، یعنی اسلامی نظام کا قیام، اس وعدے کا ایفا کرنا ہمارے ذمے قرض ہے۔ بھارت کے واقعات و احوال بار بار ہمارے ضمیروں کو کچوکے لگاتے ہیں۔

(ادارہ)

شاہ بانو کیس کے سلسلے میں بھارتی سپریم کورٹ کے فیصلے کی سیاہی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ راجستھان ہائی کورٹ نے بھی ایک مسلم مطلقہ خاتون مریم کے حق میں نفقہ ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ بھارتی مسلمان مسلم پرسنل لا میں مداخلت پر پہلے ہی مشتعل تھے، نئے عدالتی فیصلے سے ان کے غم و غصے میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ احتجاجی مظاہروں، جلسے اور جلوسوں میں شدت آگئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد بھارتی سیکولرازم کی مسلم دشمنی حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ خونِ مسلم کی ارزانی کا یہ عالم ہے کہ دکن کے ساحلوں سے لے کر لداخ کے پہاڑوں تک کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آئے دن کسی مسلمان کا گلا نہ کٹتا ہو، اور جہاں مسلمانوں کی آبرو نہ لٹتی ہو۔ استحصال اور جبر کی اَن گنت چالیں چلی جاتی ہیں۔ معاشی اور سماجی طور پر اُن کو پستیوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔ ان کی تہذیب اور ثقافت پر منظم حملے کیے جاتے ہیں۔ اُن کو بھارت کے شہری ہوتے ہوئے "پاکستانی" کہا جاتا ہے

اور پاکستان کا جاسوس سمجھا جا رہا ہے۔ ایک بھارتی مسلمان نے بھارت میں مسلمانوں کی حالتِ زار کے بارے میں جو تجزیہ کیا، اس کا ایک فقرہ قابلِ غور ہے:

"جب تک ہم متاعِ دین و ایمان لٹا نہیں دیتے، ہندو ہمیں کبھی بھارت کا شہری نہیں سمجھے گا۔"

گذشتہ برس کلکتہ کے متعصب ہندوؤں نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ قرآنِ پاک پر پابندی لگا دی جائے۔ مسلمانوں کے زبردست احتجاج کے بعد اعلیٰ عدالت نے اس مقدمے کو خارج کر دیا۔ اس سال ملک کی سب سے بڑی عدالت کے پانچ ججوں نے طلاق و نکاح کے مسلّمہ اسلامی قانون کے خلاف فیصلہ دیا اور مسلمانوں کے بے حد و حساب احتجاج کی پروا نہیں کی۔ پروانوں کی اسلام دشمنی کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

عدالتوں کے علاوہ بھارتی پریس پر قابض متعصب اکثریت مسلمانوں کو زک پہنچانے، اُن کے عقائد و نظریات کے منافی تحریریں چھاپنے اور ان کے خلاف حکومت اور عوام کو بھڑکانے میں سرگرم رہتی ہے۔ ہندو پریس کی مسلم دشمنی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ء کو سنڈے ایکسپریس میگزین میں مسٹر کامتھ کا ایک مضمون "یکساں سول کوڈ" کے بارے میں شائع ہوا۔ اس میں انہوں نے ہندو اکثریت اور حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا کو ختم کرکے یکساں کوڈ نافذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں، اور اورنگ زیب کے ظلم و جبر کو اپنے لیے مثال نہ بنائیں۔ کامتھ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"ہندوستان کے شہری قوانین کو سیکولر بنانا اور تمام شہریوں پر خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب و عقیدے سے ہو، یکساں طور پر نافذ کرنا انتہائی مطلوب ہے۔ لیکن عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ اپنے یہاں کی تبدیلی یا اصلاح کی رفتار خود متعین کریں، تاکہ ظلم و جبر کا الزام ہندوؤں پر کبھی نہ لگایا جائے۔ ہندوؤں کو اپنا نمونہ اورنگ زیب کے بجائے اپنے اعلیٰ و ارفع ضمیر کو بنانا چاہیے۔"

۲۔ الہ آباد سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار PROBE نے آر بالا شنکر کا ایک انتہائی زہر آلود مضمون شائع کیا ہے۔ اس مضمون میں جنوبی ہند کی ریاست کیرالا کے ایک ضلع ملاپورم

کو خطرناک مسلم اکثریت کا علاقہ قرار دیا گیا ہے۔ مضمون کا عنوان ہے "ملاپورم ـــ منی پاکستان"۔ اس میں کہا گیا ہے کہ یہاں کے مسلمان دم گھٹنے کی حد تک اسلامی حدود و قیود پر عمل پیرا ہیں اور خطرناک انداز میں اسلامیت کے احیاء کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اگر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے تو ہندوستان کی سلامتی کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ مضمون نگار نے مزید لکھا ہے کہ ہاکی میں پاکستان کی فتح پر پٹاخے چھوڑ کر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ لوگ جماعت اسلامی کے اشارے پر پاکستانی حکومت اور نظامِ مصطفیٰ کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھتے۔ بالاشنکر نے اس امر پر بھی اظہار تشویش کیا ہے کہ لوگ رمضان کے روزے باقاعدگی سے رکھتے ہیں اور مساجد میں مذہبی جنون سے جاتے ہیں۔ جمعے کے روز ہندوؤں کو بھی دکانیں بند کرنے کا مجبور کیا جاتا ہے اور رمضان میں غیر مسلم بھی کھلم کھلا کھانا نہیں کھا سکتے۔ مضمون نگار نے "منی پاکستان" کی جو تصاویر شائع کی ہیں، وہ زیادہ تر مساجد کی ہیں۔ دو کیپشن ملاحظہ ہوں:

"ملاپورم، ہر جگہ مسجدیں، آدھے کلومیٹر میں پانچ مسجدیں"

"کوزے کوڈے شہر ـــ مسجد شہر کے عین درمیان میں"

مضمون نگار نے مقامی مسلمانوں پر سمگلنگ اور جاسوسی کے الزامات عاید کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہاں پاکستان کے ایجنٹ آزادانہ پھرتے ہیں۔

۳ ـــ چندی گڑھ بھارتی پنجاب کا دارالحکومت ہے۔ یہاں سے شائع ہونے والے ایک ماہانہ جریدے "جے کمبوج" نے دسمبر ۸۵ء کے شمارے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں انتہائی توہین آمیز مواد چھاپا۔ مضمون نگار ڈاکٹر وی ایس رشی نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی عقیدت کا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ دوسری طرف سے غازی علم دین شہیدؒ کے نقش قدم پر چلنے والے ایک مسلمان نوجوان محمد سرور نے ڈاکٹر رشی کے جسم میں خنجر بھونک دیا۔ اگرچہ وار اوچھا پڑا، لیکن گستاخ رسولؐ ابھی تک ہسپتال میں ہے۔ بھارتی مسلمانوں نے اس پر بھرپور احتجاج کیا۔ (بدقسمتی سے پاکستانی پریس میں ابھی تک یہ خبر نہیں آئی)۔

۴ ـــ ہندو اخبارات نے اردو (جو بھارتی مسلمانوں کی ملی زبان ہے) کے خلاف مہم چلا رکھی

ہے۔ ان میں ایسے مضامین، خبریں اور تجزیے چھپتے ہیں جن میں اُردو کا تنگ دامن اور فرقہ واریت کی حامل زبان کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ اُردو اور اسلام کی تنگنائیوں سے نکلیں جو اُن کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ مرکزی حکومت نے حال ہی میں ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں ایسے خود مختار اداروں کو جنھیں حکومت امداد دیتی ہے، کہا گیا ہے کہ وہ ہندی کے بغیر کوئی زبان استعمال نہ کریں، ورنہ اُن کی سرکاری امداد بند کر دی جائے گی۔ اگرچہ دباؤ کے بعد یہ سرکلر واپس لے لیا گیا، لیکن اس واپسی پر ہندو اخبارات نے طوفان کھڑا کر رکھا ہے۔ وہ ہندی کے حق میں اور اُردو کے خلاف باقاعدہ مہم چلا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک کا نظام چلانے اور عوام کو متحد رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ صرف ہندی ہی ملک کی زبان ہو۔ ہر تحریر کی تان اُردو کی مخالفت پر ٹوٹتی ہے۔ وہ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر اُردو کے پروگراموں کے بھی مخالف ہیں۔

مسلم تہذیب اور ثقافت کا رشتہ ماضی سے توڑنے اور ہندو تہذیب سے خلط ملط کرنے کی واضح اور منظم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلے میں بھارتی ٹیلی وژن کا کردار خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ گذشتہ ہفتے جالندھر ٹیلی وژن سے ایک ڈراما ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس میں ایک عدالت کا منظر دکھایا جاتا ہے۔ ایک باریش ملزم کٹہرے میں کھڑا ہے۔ وکیلِ استغاثہ سوال کرتا ہے۔

تمھارا نام؟

"عبدالرحمٰن" — جواب ملتا ہے۔

"مسلمان ہو؟"

"نہیں!!"

"سکھ ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو، کیا ہو؟"

"کچھ بھی نہیں — میرا کوئی مذہب نہیں۔"

اس موقعے پر عدالت کا جج مداخلت کرتا ہے اور کہتا ہے:

"عبدالرحمٰن، تم مسلمان ہو!!"

جج کی رولنگ پر ملزم اور وکیل خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد سرکاری وکیل ملزم سے اس کی عمر کے بارے میں سوال کرتا ہے، تو وہ غصّے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہتا ہے:

"یہ بھی جج صاحب سے پوچھ لو۔ جب وہ میرے مذہب کے بارے میں جانتا ہے تو یہ بھی جانتا ہوگا کہ میں کب پیدا ہوا تھا۔"

جالندھر ٹی وی سے دکھایا جانے والا بچوں کا ایک ڈرامہ تاریخ اسلام کے ایک درخشندہ چہرے پر سیاہی ملنے کی گھناؤنی کوشش تھی۔ اس میں محمود غزنوی کے بارے میں کیا گیا زہریلا پروپیگنڈا استعارے کی زبان میں مسلم قوم سے اظہار نفرت تھا۔ ایک ماں اپنے سات آٹھ سالہ بچے کو سلانے کے لیے کچھ گنگنا رہی ہے۔ اس گیت کے بارے میں ماں بیٹے میں یوں مکالمہ ہوتا ہے:

بیٹا : ماں! یہ تم کیا گا رہی ہو؟

ماں : بیٹا یہ وہ گیت ہے جو میری ماں سلاتے وقت مجھے سنایا کرتی تھی۔

بیٹا : مجھے بھی سکھاؤ، جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو اپنے بچوں کو گا کر سلایا کروں گا۔

ماں : میرے بچے! یہ خوف کا گیت ہے، تم اسے نہ سیکھو۔

بیٹا : نہیں ماں مجھے سکھاؤ۔ میں ضرور سیکھوں گا۔ (بچہ ضد کرتا ہے)

ماں : یہ پرانے وقتوں کا گیت ہے۔ مائیں بچوں کو ڈراتی تھیں اس کے ساتھ۔ یہ گیت اس طرح ہے:

بیٹا جی نا جانا دور دور — نہ جانا دور دور
ترک نشے میں چور چور — ترک نشے میں چور

بیٹا : ماں "یہ ترک" کیا ہوتا ہے؟

ماں : بیٹا بہت پرانے سمے کی بات ہے۔ ایک ترک تھا۔ نام تھا اس کا محمود غزنوی۔ وہ بہت ظالم تھا۔ طاقت کے نشے میں چور رہتا تھا۔ وہ چور بھی تھا۔ وہ ہمارے ملک میں آتا اور ہمارے بھگوان کی مورتیاں توڑ کر سونا چرا کر لے جاتا تھا۔

بیٹا : (اپنے غصے میں اڑسا ہوا خنجر کھینچتے ہوئے) میں نہیں ڈرتا کسی ترک سے۔ میں اسے مار ڈالوں گا۔

اس پر ماں رونے لگتی ہے۔ بیٹا پریشان ہو کر اس سے لپٹ جاتا ہے اور کہتا ہے:

"نہ رو ماں - میں تم سے گیت نہیں پوچھوں گا۔ مت رو؟"

ماں: بیٹا! میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ مجھے تمہارا سورگباشی پتا یاد آگیا - وہ بھی تمہاری طرح بہادر تھا - وہ بھی ترک سے نہیں ڈرتا تھا اور ہر وقت اپنے پاس خنجر رکھتا تھا۔

بھارتی مسلمان آج اس خنجر کی زد میں ہیں - انہیں غزنوی اور عالمگیر کے "جرائم" کی سزا مل رہی ہے۔ ہندو اکثریت ہر وقت اپنی آستینوں میں خنجر چھپائے رکھتی ہے۔ دوستی بری چیز نہیں بشرطیکہ یک طرفہ نہ ہو۔ ہمارے ارباب اختیار ہندو ثقافت و تہذیب کے غلبے کی سازش سے بھی ہوشیار رہیں۔

اسلامی انقلاب کے شیدائیوں کے لیے نادر موقع

رانا صابر نظامی کی انقلابی کتب کے پہلے ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں - ان کے دوسرے ایڈیشن ترمیم و اضافہ کے ساتھ چھپ کر مارکیٹ میں آچکے ہیں۔ پہلی فرصت میں آرڈر بک کرائیے - آرڈر کی فوری تعمیل ہوگی۔

یہ کتب ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ - ۲- مکتبہ تعمیر انسانیت ۳- اسلامی اکادمی - اردو بازار لاہور سے بھی دستیاب ہیں۔

ہماری مطبوعات

۱- اسلامی انقلاب ۲۷/- روپے ۲- اسلام اور شرک ۲۲/- روپے

۳- اسلام اور فرقہ پرستی ۱۲/- // ۴- اسلام اور سرمایہ داری میں جنگ ۲۷/- //

۵- ظالم سرمایہ دار اور اسلام ۱۶/- // ۶- بشریت انبیاء ۱۰/- //

غوثیہ کارپوریشن لمیٹڈ - قذافی مارکیٹ - اردو بازار - لاہور